تعمیر شخصیت میں تزکیہ نفس کی اہمیت

مؤلف

محمد ارشاد علی

مولوی عالم (نظامیہ)

جملہ حقوق اشاعت بحق مؤلف محفوظ

تفصیلات طباعت

نام کتاب	تعمیر شخصیت میں تزکیہ نفس کی اہمیت
مؤلف	محمد ارشاد علی مولوی عالم (نظامیہ)
صفحات	۲۷
اشاعت	نومبر ۲۰۲۰
قیمت	مُفت
اہتمام	صاحبزادہ محمد طاہر علی
ای میل	islahitohfa@gmail.com

مزید موضوعات

https://islahitohfa.com

تنبیہ

اس کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔ یہ دستاویز ایک آن لائن کتاب ہے، اس کتاب کو خصوصی طور پر انٹرنیٹ کے ذریعہ مفت فراہم کرنے کے لئے فارمیٹ اور ڈیزائن کیا گیا ہے۔اس کتاب کو اسی شکل میں بغیر کسی تبدیلی کے، اس کی تقسیم، طباعت، فوٹو کاپی اور الیکٹرونک ذرائع کے ذریعہ سے اس کی تقسیم اور اس کے مواد کو پھیلانے کی اجازت دیتا ہے۔اس شرط کے ساتھ کہ اس سے مالی طور پر نفع حاصل نہ کی جائے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيمِ

تعمیر شخصیت میں تزکیہ نفس کی اہمیت

(۱) تمہید : ہر شخص جو مسلمان ہے اور اپنی نسبت اسلام کی طرف کرتا ہے اسکے لئے لازم ہے کہ وہ اچھا مسلمان بنے اور اسلامی شخصیت کی تعمیر کرے اور تزکیہ نفس کی طرف متوجہ ہو۔ جب تک انسان اِن کاموں کا ارادہ نہیں کرلیتا ہے از خود اسلامی شخصیت کی تعمیر کا کام نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ اس موضوع پر مسلسل غور و فکر کرنے، مطالعہ کرنے اور معتمد و معتبر اسلامی شخصیات سے پوچھنے سے وہ طریقے معلوم ہوتے ہیں جن سے تزکیہ نفس کا حصول آسان ہوتا ہے اور قلب کا زنگ دور ہوتا ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ غلط اعمال سے اور گناہوں کے اثرات سے انسان کا دل متاثر ہوتا ہے اور جس طرح آئینہ کو زنگ لگ جاتا ہے اسی طرح قلب انسانی بھی زنگ آلودہ ہو جاتا ہے اور گناہ جس طرح بڑھتے چلے جاتے ہیں اسی مناسبت سے قلبی زنگ بھی گہرا ہوتا جاتا ہے۔ قرآن مجید کا فرمان ہے۔

﴿كَلَّا ۖ بَلْ ۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ [المطففین : ۱۴] ترجمہ : دیکھو یہ جو (اعمال بد) کرتے ہیں ان کا ان کے دلوں پر زنگ بیٹھ گیا ہے۔

No indeed! The truth is that their hearts have become rusted on account of their evil deeds.

(۲) خلاصہ : انسان چونکہ خطا کا مرکب ہے اسلئے یہ ممکن نہیں ہے کہ انسان سے غلطی ہی سر زد نہ ہو اور وہ کبھی کوئی گناہ نہ کرے۔ اسلئے غلطی اور گناہ کے اثرات

کو مٹانے کیلئے رسول خدا ﷺ نے کارآمد نسخہ، اُمّت کو بتلایا ہے اور وہ اسطرح ہے

حدیث: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اتَّقِ اللَّهَ حَيْثُمَا كُنْتَ وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ». رَوَاهُ أَحْمد وَالتِّرْمِذِيّ والدارمي

ابوذرؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ”تم جہاں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو، اور برائی کے بعد نیکی کرو وہ اس (برائی) کو مٹادے گی، اور لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔“ حسن، رواہ احمد والترمذی والدارمی۔

اسکے علاوہ خود قرآن کہتا ہے۔﴿ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ﴾[هود: ١١٤] کچھ شک نہیں کہ نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔

علماء کرام و بزرگان دین کا کہنا ہے کہ کلام اللہ کی کثرت سے تلاوت اور موت کو یاد کرنا، قلب کے زنگ کو صاف کرنیکے لئے نہایت مفید اور مؤثر ہے۔ شخصیت کی تعمیر کیلئے اعمال صالح کے ساتھ ساتھ، معرفت نفس بھی ضروری ہے۔

حدیث مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ (یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچانا اُسکی معرفت حاصل کی اس نے اپنے رَبّ کو بھی پہچانا) معلوم ہوا کہ رَبّ کو جاننے کیلئے اور رَبّ کی معرفت حاصل کرنیکے لیے اپنی حقیقت کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ اور غور و فکر سے انسان اپنی حقیقت کو بھی سمجھ سکتا ہے۔

(۳) انسان، اشرف المخلوقات ہے، اُس کے اندر بہت سے خواص اور عادات ایسی ہیں جو حیوانوں میں بھی ہیں جیسے کھانا، پینا، سونا، مُبتلائے شہوت ہونا، غصّہ ہونا،

حملہ آور ہونا وغیرہ۔ گر صرف ان ہی خصوصیات کو دیکھا جائے تو پھر انسان شیر چیتا اور بندر کے مانند ہو جاتا ہے۔

لیکن انسان کے اندر ملکوتی صفات بھی پائی جاتی ہیں جیسے عبادت کرنا، رات کی تنہائی میں اللہ کی تسبیح کرنا، توبہ کرنا، عفو اور در گزر سے کام لینا، خدمت خلق کرنا وغیرہ وغیرہ یہ سب ملائکہ والی صفات ہیں۔ جانوروں والی صفات، انسان کو اسلئے دی گئی کہ انسان اپنی زندگی اور وجود کی حفاظت کرے اور اپنا دفاع کر سکے۔ اور ملائکہ والی صفات -روحانی ترقی کیلئے دیگئ ہیں اور ان صفات کو حاصل کرنے کے بعد انسان، فرشتوں کی طرح، جنت میں، اللہ تعالیٰ کا دیدار کر سکیگا۔ اس لئے باطن کی طرف یعنی نفس کی روحانی بیماریوں کی اصلاح کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے۔

جس دل کے اندر خدا کی معرفت کا شوق نہیں ہے وہ دل بیمار ہے۔ اللہ کی معرفت کی نشانیاں ہر چار طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ جب انسان صحیح طریقہ سے اپنی معرفت یعنی اپنے نفس کی معرفت حاصل کرتا ہے تو اسکا ہر قدم خلقت کی طرف، خلقت میں غور کرنے لگتا ہے یوں بھی انسانی جسم اللہ کی قدرت کا بہترین اظہار ہے۔ ہزاروں، لاکھوں حکمتیں ایک ایک عضو کی تخلیق میں پوشیدہ ہیں۔ انسان، تمام حکمتوں کا علم حاصل کرنا چاہے تو یہ بھی اُسکے لئے آسان نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احسانات اور اسکی نعمتیں اس قدر زیادہ ہیں کہ انسان اُن کو گن نہیں سکتا۔ لیکن ہر عضو کی تخلیق پر اور کائنات کی خلقت پر مسلسل غور و فکر اور تفکّر کی عادت ڈالنا چاہیے۔ تفکّر کی صفت، انسان کیلئے ایک بہترین صفت ہے۔

کنویں میں تیر کر اکڑو نہ شاہدؔ

سمندر فکر کا گہرا بہت ہے

انسان جس قدر تفکّر کی عادت ڈالے گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے احسانات کا اسکو تھوڑا بہت اندازہ ہو سکے گا اور پھر شکر کے جذبات، عبدیت کا احساس اسکے اندر جا گے گا۔ اور اُسی مناسبت سے اسکی ہر نماز شکرانے کی نماز بن جائیگی اور ہر سجدہ، سجدہ قربت بن جائیگا۔ مگر عصر حاضر اور آبنائے زمانہ کا حال الٹا ہے۔

جو میں سر بسجدہ ہوا کبھی تو زمین سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملیگا نماز میں — اقبالؔ

حدیث: حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا کہ روز قیامت ایک آواز دینے والا آواز دیگا کہ عقلمند لوگ کہاں ہیں؟ لوگ پوچھینگے کہ عقلمند سے کون مراد ہے؟ جواب ملے گا جو لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔ کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش پر غور کرتے تھے اور کہتے تھے یا اللہ تو نے یہ سب بے فائدہ پیدا نہیں کیا اور ہم تیری تسبیح کرتے ہیں تو ہم کو جہنم کے عذاب سے بچالے۔ اسکے بعد ان لوگوں کے لیے ایک جھنڈا بنایا جائیگا جس کے پیچھے یہ سب جائینگے تو ان سے کہا جائیگا کہ تم ہمیشہ کیلئے اس میں داخل ہو جاؤ۔ آسمان اور زمین اور جسم انسانی اور قدرت کی بے شمار نشانیوں پر غور و فکر کا حکم دیا گیا ہے۔ ان چیزوں کے بارے میں انسانی علم جہاں تک پہنچ گیا ہے۔ ان کا جاننا بھی ضروری ہے۔ ان چیزوں کے جاننے کیلیے سائنس کی کتابوں کا مطالعہ بھی کرنا چاہیے۔ جسکی طرف کسی عالم دین کی توجہ نہیں ہوتی ہے۔ حالانکہ زمانہ حاضر میں معلومات آسانی سے حاصل ہو جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر گوگل (Goolge) میں

ایک لفظ زمین اردو، عربی اور انگریزی میں لکھیں تمام ضروری معلومات وقت واحد میں سامنے آجائینگے۔ تفکّر کا حکم قرآن میں دیا گیا ہے یعنی صرف ظاہری اعتبار سے نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ اسکے اسرار اور عجائب پر غور کرنا چاہیے۔ یہ اسرار اور عجائب جس قدر تم پر کھلتے جائینگے اُسی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان بڑھتا جائیگا۔ اسلئے نفس انسانی میں اور کائنات کی ہر چیز میں تفکّر اور تدبر کی عادت ڈالنا اللہ تعالیٰ سے قربت کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ علم ہی معرفت کا ذریعہ ہے۔ قرآن مجید کہتا ہے۔

﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ [فاطر:۲۸]

خدا سے تو اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں۔

Only those among his servants fear Allah who have Knowledge

(۴) تزکیہ نفس ہی آخرت کی فلاح کا راستہ ہے اسی سے اسلامی شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے۔ اسلئے ہر شخص اسکی طرف سے غفلت میں نہ رہے اور اللہ کی خوشنودی اور رضا کا ذریعہ یہی ہے۔ قرآن کہتا ہے (سورۃ الاعلیٰ ۱۴ - ۱۵) ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ﴾﴿وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ﴾ بے شک وہ مراد کو پہنچ گیا جو پاک ہوا۔ اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔

He succeeds who purifies himself, and remembers the name of this Fosterer, then worships.

آیت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ تزکیہ کے مقصد کو حاصل کرنے کیلئے اللہ کے نام کے ذکر کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ اور اللہ کے نام کے ذکر میں تسبیح و تہلیل و تحمید اور استغفار سب داخل ہے۔ اور اسطرح سے اللہ کے ذکر کے ساتھ نفل نمازوں کی بڑی اہمیت ہے۔ معلوم ہو کہ از کار کے ساتھ نوافل کے اہتمام سے تزکیہ نفس کا مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔

(۵) تزکیہ کا مطلب اپنے قلب کی اصلاح کرنا ہے۔ جسم انسانی ایک پوری دنیا ہے اور ہر عضو کا اپنا محکمہ ہے، جسم ایک مملکت ہے۔ جس میں بادشاہ دل ہے۔ غیض و غضب کی قوّت کو کوتوالی شہر کا درجہ حاصل ہے (یعنی شہر کا کوتوال جس طرح شر پسندوں کے خلاف کاروائی کرتا ہے اُسی طرح معاشرہ میں شر و فساد سے انسان کو مشتعل (Flaming) ہونا چاہیے۔

دو چار نہیں تم مجھے صرف ایک بتادو
انسان جو اندر سے بھی باہر کی طرح ہے

عقل وزیر ہے، عقل کی مدد سے بادشاہ حکومت کرتا ہے اور امور سلطنت کو انجام دیتا ہے۔ غیض و غضب (جسکو کوتوالی شہر کا درجہ حاصل ہے) عقل کی خلاف ورزی کرنے والوں کو روکتا ہے۔ خواہش اکثر عقل کی خلاف ورزی کرنا چاہتی ہے اگر یہ خواہش نفس بے قابو ہو جائے اور وہ عقل اور دل یعنی بادشاہ اور وزیر کی بات نہ مانے تو جسم کی مملکت میں فساد برپا ہو جاتا ہے۔ پھر انسان کا دل (یعنی بادشاہ) وہ عقل (وزیر) کے بجائے خواہشات کا تابع ہو جاتا ہے تو ابلیس کامیاب ہو جاتا ہے۔ اسلئے دل کو بہت سنبھال کر رکھنے کی ضرورت ہے کہ دل، ہر وقت عقل

سلیم کا مشورہ مان لینا چاہیے۔ ذکر اور عبادت کے ذریعے ملکوتی صفات کا حامل بننا چاہیے۔ دل جس قدر سلیم ہو گا اسی قدر دنیا کا نظم بہتر ہو گا۔ اور اسکے بغیر، مرنے کے بعد کی زندگی میں کامیابی نہیں مل سکتی اسی لئے قرآن فرماتا ہے (الشعراء: ۸۹)

﴿إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾ ہاں جو شخص خدا کے پاس پاک دل لے کر آیا (وہ بچ جائے گا)

Except him, who comes to Allah with a pure heart

اِسی لئے اللہ سے قلب سلیم کی دعا مانگنی چاہیے۔ قلب سلیم کی دولت جس کو مل گئی اسکو گویا خزانہ مل گیا۔

(۶) انسان کی شناخت اُسکے عادات واطوار اور اخلاق سے ہوتی ہے، انسان کے اندر جانوروں والی صفات بھی پائی جاتی ہیں۔ اب اگر انسان لالچ اور حرص کے خنزیر کو کنٹرول میں رکھتا ہے اور غیض وغضب والے کتّوں کو پورے طور پر اپنے قابو میں کر لیتا ہے اور عبادت اور تسبیح کے ذریعے دل کو قلب سلیم کی صفات سے آراستہ کر لیتا ہے تو پھر اسکے اندر سے وہ عمدہ اخلاق ابھر ینگے جو پورے ماحول کو متاثر کرینگے۔ اسلئے سارا معاملہ اپنے اندر ملکوتی صفات پیدا کرنے کا ہے اور ان صفات کو جو حیوانی قسم کی صفات ہیں اور انسان کے اندر پیدا کی گئی ہیں انکو پورے طور پر اپنے کنٹرول میں رکھنے کا ہے۔ ان ہی حیوانی صفات کو کنٹرول کرنے کا نام اہل دل کے نزدیک مجاہدہ ہے۔ مجاہدے کے ذریعے اپنے نفس کی بہترین تربیت ہوتی ہے۔ اور انسانی زندگی ایک لڑائی کا میدان ہے جو خیر اور شر، نیکی اور بدی، خواہشات نفس اور ضبط نفس کے درمیان ہے۔

ISLAHI TOHFA

(۷) کامیاب انسان وہ ہے جو خیر کو کامیاب کرے اور شر کی قوتوں کو شکست دے اور یہی خدا کو مطلوب ہے۔ لیکن اس مجاہدے کیلئے اذکار، نوافل اور قرآن کی، فہمی تلاوت ضروری ہے۔ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اور یہ کلام اللہ کی صفت ہے، مخلوق نہیں ہے ۔صفت اور موصوف کے درمیان جو تعلق ہے اس سے سب واقف ہیں۔ اس لئے تلاوت قرآن کے وقت ذات حق سے قریب ہونے کا احساس ہونا چاہیے ۔ یوں بھی کسی ذات سے قریب ہونا ہے تو اس ذات کی صفات یعنی ربّانی صفات کو اختیار کرنا ضروری ہے۔

یہ ذوق اطاعت سے خالی عقیدت ، عقیدت نہیں صرف بازی گری ہے۔
جو ایثار و اقدام سے جی چرائے ، محبت نہیں صرف بازی گری ہے۔

عامرؔ عثمانی

اے صفیؔ اس وقت کا اسلام کیا اسلام تھا۔
سینکڑوں، لاکھوں پہ بھاری تھے بہتر (۷۲) آدمی۔

مفید اور غور طلب باتیں :-

(۱) رسمی طور پر کیا ہوا عمل، قبولیت کا درجہ حاصل نہیں کرتا۔ جیسے نماز ایک عمل ہے اسکے لیے مسائل نماز، فضائل نماز، اخلاص والی نماز بنا نے کے لئے متعلقہ علوم کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ تمثیلاً نماز میں قرآن کی تلاوت بغیر تجوید صحیح بات نہیں ہے۔ حقیقت میں وہی عمل اونچا ہے اور وہ عمل کہلاتا ہے جن کو اسکے متعلقہ علوم حاصل کر کے سمجھایا جاے۔

(۲) اسراف اچھی صفت نہیں ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ اسراف میں خیر نہیں ہے لیکن اچھی طرح سمجھ جاؤ کہ خیر کے کاموں میں اسراف نہیں بلکہ سب خیر ہی خیر ہے۔

(۳) اچھا آدمی یا نیک آدمی کہلانے کیلئے ضروری ہے کہ وہ اسلام کی بڑی صفات رکھنے والا ہو اور اگر اسکے ساتھ ساتھ ذیلی قسم کی کچھ خرابی ہے تو ایسا انسان نیک اور صالح اور با اخلاق کہلاتا ہے۔ اسکے بر عکس اُس میں دین کی بڑی باتیں ہی نہ ہوں۔ یعنی اُن پر عمل نہ کرتا ہو اور دکھاوے کے طور پر خوش اخلاقی سے پیش آتا ہو (جیسا کہ اکثر شرابی لوگوں کا طریقہ ہے) ایسے لوگ خدا پسند لوگوں میں شمار نہیں ہوتے۔

(۴) جس چیز کے حصول کیلیے، انسان کے اندر اُس کا شوق اور بے قراری ہو تو، جذبہ شوق انسان کو جلد باز بنا دیتا ہے۔

(۵) انسان کو جو عقل اور حواس دی گئیں ہیں، وہ اللہ کی طرف سے عظیم نعمتیں ہیں۔ یہ نعمتیں اللہ تعالیٰ نے صرف محسوسات کی غلامی کیلئے نہیں دی گئی ہیں۔ بلکہ ان حقائق کے مشاہدات کیلئے عطا فرمائی گئیں ہیں جو اس کائنات کے ذرّہ ذرّہ اور پتہ پتہ نقش ہیں۔

(٦) انسان علمی اعتبار سے خواہ سُقراط (یونان کا ایک مشہور فلاسفی جو حضرت عیسٰی سے پانچ سو قبل تھا) اور بقراط (یونان کا ایک عقل مند طبیب) ہی کیوں نہ ہو جائے لیکن علم کے بحر بیکراں کا ایک قطرہ ہی ہے۔ اس سے زیادہ کیلئے وہ اپنے اندر ظرف ہی نہیں رکھتا۔ اور اس علم کا بھی

یہہ حال ہے کہ وہ عمر کے ایک خاص حصّے میں پہنچ کر یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کا علم اس سے سلب ہو گیا۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ کسی کو بھی اپنے علم پر غرور نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ خدا کی دَین ہے۔

(۷) مردوں کیلئے شادی سے محروم رہ جانیکی عام وجہ غربت و تنگ دستی کے ہے غریب آدمی، اول تو کسی کنبہ کی ذمّہ داری اٹھانے سے خود بھی گھبراتا ہے اور حالت خود اسکو گھبرانے پر مجبور کرتے ہیں۔ اگر ایسا تنگ دست آدمی ذمّہ داری اٹھانے سے نہ گھبراتے تب بھی کوئی عورت ایسے مرد کے نکاح میں آنا پسند نہیں کرتی۔ چنانچہ اس دو طرفہ رکاوٹ کو دور کرنیکے لیے، اللہ تعالیٰ نے یہ بشارت دی کہ جو لوگ غریب ہیں وہ بھی اطمینان رکھیں اور دوسرے بھی اطمینان رکھیں کہ نکاح، فقر میں اضافہ نہیں کرتا بلکہ خدا کے رزق اور اُسکے فصل میں اضافہ ہوتا ہے۔ جو آدمی اپنے ایمان اور اخلاق کی حفاظت کیلئے نکاح کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی نظر کرم ہوتی ہے اور وہ اسکی دستگیری فرماتا ہے۔ آدمی جب تک شریک حیات سے محروم رہتا ہے وہ کچھ خانہ بدوش سا بنا رہتا ہے۔ اور اسکی بہت سی صلاحیتیں سکڑی، سمٹی اور دبی ہوئی رہتی ہیں۔ اسی طرح وہ عورت جو شوہر سے محروم رہتی ہے اس کی حیثیت بھی اس بیل کی سی ہوتی ہے جو سہارا نہ ملنے پر پھلنے اور پھولنے سے محروم رہتی ہے لیکن جب عورت کو شوہر مل جاتا ہے اور مرد کو بیوی کی رفاقت حاصل ہو جاتی ہے تو دونوں

کی صلاحیتیں ابھرتی ہیں اور زندگی کے میدان میں دونوں جد و جہد کرتے ہیں تو اللہ ان کی جد و جہد میں برکت دیتا ہے اور ان کے حالات بالکل بدل جاتے ہیں۔

غم دنیا، غم جاناں، غم منزل، غم راہ
کتنے غم زیست کے ہمراہ چلا کرتے ہیں

مشکلیں اتنی، غم اتنے اور مسائل اتنے
زندگی تجھ کو بتا کیسے گزارا جائے

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

(۸) اُمّت مسلمہ کی تو یہی ذمہ داری تھی جو مذکورہ شعر سے واضع ہے۔ لیکن عصر حاضر کے مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ وہ دور دور ہی سے خدا کی بندگی کا حق ادا کرنا چاہتے ہیں یعنی دائرہ دین میں رہ کر نہیں بلکہ کفر اور اسلام کی سرحد پر کھڑے ہو کر۔ یعنی ان کا ایمان اور اسلام، اس شرط کیساتھ مشروط ہے کہ انکی مرادیں اگر پوری ہوتی ہے اور ہر طرح کا چین و سکون حاصل ہوتا ہے اور خدا کا دین ان سے کسی قسم کی قربانی کا مطالبہ نہ کرے اور دنیا میں اُن کی کوئی خواہش اور آرزو پوری ہونے سے نہ رہ جائے یہ سب اگر حاصل ہے تو وہ اس دین سے اور خدا سے راضی اور خدا کا دین ایک کا پسندیدہ دین، لیکن جہاں کوئی آفت آئی یا خدا کی راہ میں کسی مصیبت یا مشقت یا نقصان سے سابقہ پیش آیا یا پھر کوئی تمنا پوری ہونے سے رہ گئی تو انکو خدا کی خدائی، اور رسول کی رسالت اور دین کی حقائق کسی چیز پر بھی

اطمینان اور یقین نہیں رہتا، پھر وہ ہر کوئی آستانے پر جھکنے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں جہاں سے کوئی فائدے کی امید اور نقصان سے بچنے کی توقع ہو۔

یہ ایسے لوگ ہیں جو قرآن کو خدا کی کتاب بھی مانتے ہیں لیکن، قانون، تہذیب، معاشرت، معیشت، سیاست، ہر شعبہ زندگی میں پیروی یا تو خواہشات کی ہو گی اور اسکے ساتھ ساتھ مغرب زدگی۔ ایسی صورتحال جب مسلمانوں کی ہو جائے تو قرآن کا مصرف صرف یہ رہ گیا کہ جب کسی کی وفات ہو جائے تو کچھ حُفّاظ سے گھر میں قرآن خوانی کر کے میّت کے نام کر دے، اسطرح گویا قرآن (جو قانون زندگی ہے وہ زندوں کیلئے نہیں رہا بلکہ میت کیلئے رہ گیا۔

(۹) غور کی جیے گا کہ کتنے خانوں میں بٹ گئے اور بکھر کئے ہم لوگ۔ جماعتوں میں بٹ جانے کے علاوہ کئی مسلکوں میں اُمّت بٹ گئی مسلک دیو بندی، مسلک بریلوی، مسلک رضا خانی، مسلک عمری وغیرہ وغیرہ۔ جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت، جماعت المسلمین، جماعت اہل حدیث وغیرہ وغیرہ۔ اسطرح اُمّتِ مسلمہ کا مزاج دینی رہنے کے بجائے جماعتی اور مسلکی ہو کر اختلافات کی انتہاء کو پہنچ گیا۔

خانقاہی نظام اور درگاہی نظام مملکت حیدر آباد میں تقریباً ۲۰۰ سالوں سے اُمّت مسلمہ کو حُبِّ رسول اور محبت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین اور عظمت رسول اور عظمت صحابہ کرام سے دور رکھ کر اپنے نظاموں کے عالم برداروں کی عظمت کو عام کیا جو مشتمل ہے جھوٹ پر۔ ان کا جادو چل گیا اس طرح مملکت حیدر آباد کے ٪۵۰ مسلمان دین حق سے دور کر دیئے گئے۔ اب جو بقیہ ٪۵۰ تھا وہ مملکت حیدر آباد کا ملوکیت کا نظام حیدر آباد کے مسلمانوں کو دین حق سے ہٹا دیا۔ اسلام کے اوصاف مجاہدانہ سے دور کر دیا۔

رہا دین باقی، نہ اسلام باقی
ایک اسلام کا رہ گیا نام باقی

ہماری غفلت کی انتہاء کیا، ہماری پستی کا کیا ٹھکانہ
گناہ تو پھر بھی گناہ ٹھیرا، عبادتیں بھی ہیں مجرمانہ

نوٹ۔ ڈاکٹر اقبال نے اپنی تمام تصانیف میں، مسلمانوں کو عشق رسول ﷺ کا پیغام دیا ہے کیونکہ قرآن حکیم کی رو سے دین کی حقیقت، عشق رسول کے سوا کچھ نہیں ہے۔

بس اتنی سی حقیقت ہے ہمارے دین وایمان کی
کہ اس جانِ جہاں کا آدمی دیوانہ ہو جائے

صدقِ خلیلؑ بھی ہے عشق، صبر حُسینؓ بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر و حُنَین بھی ہے عشق

عشق فرمودۂ قاصد سے سبک گامِ عمل
عقل سمجھی ہی نہیں معنیِ پیغام ابھی

﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾[آل عمران:۳۱]

عشق الٰہی کا عکس، عشق رسول ہی ہے۔

(۱۰) ایک طائرانہ تجزیہ -:- عہد حاضر میں امت مسلم کا مزاج یہ ہے کہ جو شخص کو عوام الناس نے، قطب، ابدال وغیرہ سمجھ لیا ہے اور اسکی شب وروز کی عبادت اور ہمہ وقت کی تسبیح وتلاوت کی وجہ سے اسکو روحانیت کے اونچے مقام پر

سمجھ لیا ہے اور اسکو عارف کامل مان لیا ہے، بس وہی سب سے اونچے مقام پر فائض ہے۔ بقیہ سب لوگ جو مذکورہ نمونہ کے نہیں ہیں وہ کمتر ہیں۔ یہ عوام الناس کا جو تصور ہے وہ ایک بے بنیاد بات ہے اور اسکو امت مسلمہ کے ذہن سے نکالنا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ خانقاہی، درگاہی اور ملوکیت کے علم برداروں کی برسوں کی غلط تعلیم کا نتیجہ ہے۔ اسلامی معاشرے میں سب سے اونچی پوزیشن کس کی ہے ؟ یا کون زیادہ احترام اور عقیدت کا مستحق ہے اس کا فیصلہ سیرت طیبہ سے، خلفاء راشدین سے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ اجمعین کی سر فروشانہ، مجاہدانہ زندگیوں سے ہو گا نہ کہ العوام کالانعام کے ڈھنڈورا پیٹنے سے۔

تشریح:- عہد نبوت میں اور صحابہ کرام کی زندگیوں میں، خلفاءِ راشدین رضِیَ اللہُ عَنہُم وَرَضُواعَنہُ کی زندگی میں اور فاتحین اسلام کی زندگی میں سر فروشانہ جہاد ہے۔

صرف ایک اجمالی منظوم جھلک۔

ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر
کہیں مسجود تھے پتھّر، کہیں معبود شجر

خُوگرِ پیکرِ محسوس تھی انساں کی نظر
مانتا پھر کوئی اَن دیکھے خدا کو کیونکر

تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام ترا؟
قوّتِ بازوئے مسلم نے کیا کام ترا

تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں

خشکیوں میں کبھی لڑتے، کبھی دریاؤں میں

دِیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہاں داروں کی
کلِمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی

ہم جو جیتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کے لیے
اور مرتے تھے ترے نام کی عظمت کے لیے

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اُکھڑ جاتے تھے

تجھ سے سرکش ہُوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے
تیغ کیا چیز ہے، ہم توپ سے لڑ جاتے تھے

آگیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز
قبلہ رُو ہو کے زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

کوہ میں، دشت میں لے کر ترا پیغام پھرے
اور معلوم ہے تجھ کو، کبھی ناکام پھرے!

دشت تو دشت ہیں، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا ہم نے
نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا ہم نے

اقبالؔ

(۱۱) عہد نبوت میں اور صحابہ کرام کی زندگیوں میں جو دینی مشغولیت جان اور مال کے ساتھ تھی اُسکی جھلک مذکور ہوئی۔

اسکے بعد مسلمانوں کے سیاسی اور اجتماعی معاملات میں امت مسلمہ کی سر گرم اور پر جوش شرکت رہی ہے کہ اِن کے پاس شریعت پر عمل کے ساتھ ذکر اور عبادت بھی ہے۔اس لئے ذکر و فکر اور عبادت وتلاوت کے ساتھ جو لوگ مسلمانوں میں اجتماعی معاملات اور اُن کے اجتماعی استحکام اور ترقی کی فکر کرتے ہیں۔ان کا مقام بلند تر اور بزرگ تر اور قابل تقلید اور مستند ہے۔

یہ معاملہ دراصل تصور دین سے متعلق ہے۔ یعنی خلافت سے مراد مسلمانوں کا اجتماعی نظام ہے۔اب اسکے بر عکس ایک شخص زاہد اور شب زندہ دار ہے اور ہر روز روزہ دار بھی ، لیکن مسلمانوں کے اجتماعی معاملات سے یکسر بے تعلق ہے تو اسکا مرتبہ اُس شخص کے برابر نہیں ہو سکتا جو بہت زیادہ عبادت تو نہیں کرتا ہو لیکن اسکو مسلمانوں کی طاقت اور ترقی کی فکر مسلسل اور ظلم وزیادتی سے روکنے کے تدبیر سوچتا ہو۔واقعہ یہ ہے کہ دین اسلام عبادت اور خلافت کے امتزاج کا نام ہے ؟

لیکن اے دورِ خلافت تیری عظمت کی قسم

خواب میں تجھ کو ترستی ہے نگاہ بیدار

(۱۲) مذکورہ توضیحات اور تشریحات کی ضرورت صرف اسلئے پیش آئی کہ عصر حاضر کے مسلمانوں میں عوام الناس کا ذہن ہی نہیں (العوام کالانعام) بلکہ خواص کا ذہن بھی اس خصوص میں سوچ کے اعتبار سے عدم توازن کا شکار ہے اور وہ لوگ، قُدوۃالسّالکین، تاج العارفین، عارف باللہ وغیرہ اور خلوت نشین قسم کے عبادت گزاروں کو زیادہ بلند مرتبہ زیادہ معتبر اور زیادہ مؤقر سمجھتے ہیں۔

لباس اچھا ہو تو لازم نہیں کردار اچھے ہوں۔
بہت کم لوگ اس معیار پر پورے اترتے ہیں۔

تَصوّف اور روحانیت میں کس سے استفادہ حاصل کرنا درست ہے۔ لیکن اس روحانی شخص کا سب سے (خصوصاً صحابہ کرام) سے بلند، زیادہ معتبر زیادہ موخر زیادہ محترم قرار دینا غلو ہے، حقیقت دین سے کم واقفیت کا نتیجہ ہے۔ اصل معیار سیرت طیبہ، خلفاء راشدین کی زندگی، ایک لاکھ ۲۴ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کی مجاہدانہ زندگیاں اور انکی کرامات اور انکے کارنامے شب و روز اور قدم قدم پر۔

تو ہی کہ دے کہ اکھاڑا در خیر کس نے؟
شہر قیصر کا جو تھا اسکو کیا سر کس نے؟

صرف مزاج خانقاہی رکھنے والے اور ذکر و فکر صبح گاہی میں رہنے والے کی زندگی اور اسکا اعتقاد اور اسکے اجمال دین اسلام سے مکمل طریقے سے مناسبت نہیں رکھتے۔

اسلام تو حقیقت پسندی کا نام ہے نہ کہ خود پسندی کا، نہ شخصیت پرستی کا، نہ اکابر پرستی کا، نہ محسوس پرستی کا۔

(۱۳) صحابہ کرام کی ایک جھلک انکی زندگی کے بارے میں اوپر آچکی جنکو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کے لقب سے قرآن میں نوازا گیا ہے۔ ﴿ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴾ [المائدة: ۱۱۹] کہا گیا۔

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی بَرادَر بھی فِدا
اے شہِ دین تیرے ہوتے کیا چیز ہیں ہم

اب ایک منظوم جھلک خلیفہ ثانی کی دیکھو لو

فقر اس شان کا ملبوس میں دسویں پیوند
سروری ایسی کہ شاہانِ جہاں باجگزار
نہ بھڑک دار کنیزیں نہ طرحدار غلام
تخت، مسجد کی زمین، تاج پرانی دستار

نہ مُصاحِب نہ محافظ نہ سواری نہ چھتر
فقر کی گود میں پالا ہوا محکم کردار

لیکن اے دور خلافت تیری عظمت کی قسم
خواب میں تجھ کو ترستی ہے نگاہ پیدار

(۱۴) اسلام کا معاشی نظام :- اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کی تقسیم میں مساوات کو ملحوظ نہیں رکھا ہے۔ بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اسکے پیچھے اُسکی کئی حکمتیں

اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں۔ اس طرح خدا کی بنائی ہوئی فطرت کی رو سے انسانوں کے درمیان رزق میں بھی فرق رکھ دیا ہے۔ ایسی صورت میں مصنوعی معاشی مساوات پیدا کرنیکی غیر مستند تدابیر اسلامی نقطہ نظر سے غلط ہیں۔

اسلام حصول رزق کی کوشش کے مواقع میں مساوات چاہتا ہے نہ کہ رزق میں مساوات۔ اسلام چاہتا ہے کہ اجتماعی زندگی میں معاشی دوڑ سب کیلئے کھلی اور بے لاگ ہو اور دوڑ لگانے والے باہم ایک دوسرے پر رحم کرنے والے، ہمدرد اور مددگار ہوں۔ اللہ کو یہہ مطلوب ہے۔ اس خصوص میں اسلامی تعلیمات سے یہ ذہن بنایا جاتا ہے کہ وہ درماندہ اور پسماندہ بھائیوں کو سہارا دیں۔ اسلامی معاشرہ میں ایک ادارہ ہو جو معذور اور بے وسیلہ اور بے سہارا لوگوں کی مدد کا ضامن ہوئے۔ جو لوگ اتفاقات زمانہ سے اس مسابقتی معاشی دوڑ میں گر پڑے ہوں انکو اٹھایا جائے۔ سہارا دیں، چنانچہ اس مقصد کیلئے وہ ملک کی تمام جمع شدہ دولت پر 2½٪ سالانہ اسی طرح تجارتی سرمایہ پر 2½٪ سالانہ زکوۃ وصولی کی جائے۔ تمام عشری زمینوں کی زرعی پیداوار کا ۱۰٪ حصہ بارش کی صورت میں اور ۵٪ پیداوار کنویں کی صورت میں لی جائے۔ بعض معدنیات کی پیداوار کا ۲۰٪ لیا جائے۔

نوٹ۔ مسلمان، معاشی مسئلہ ہی کو سب کچھ سمجھنا اور معاشی کیفیت ہی کو معیار انسانیت ماننا اور سارے انسانوں کو یہ سمجھانا کہ انسانی زندگی میں معاش کا مسئلہ ہی اصل ہے اور باقی سارے مسائل اسکی شاخیں ہیں یہ سوچ اسلامی نہیں ہے۔ انسان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے مقصد زندگی کا تعین کرے۔ اسلام ضرورت سے زیادہ دولت کو جمع کرنے کو معیوب سمجھتا ہے۔

اسلامی معاشی نظام کا گہرا تعلق اور ربط ، اسلام کے سیاسی، عدالتی، قانونی، تمدنی، معاشرتی نظاموں کے ساتھ ہے پھر ان سب چیزوں کی بنیاد، نظام اخلاق پر ہے اور اس نظام اخلاق کا تعلق ایمان سے ہے۔

حدیث۔اپنی معیشت میں توسط اختیار کرنا آدمی کے عقلمند ہونیکی علامت ہے۔

(۱۵) اسلام اور مسلم کے معنی -:- خدا نے انسان کو جو اختیار (آزادی) دی ہے اسکے سامنے الکتاب اور الرسول کو دعوت کی صورت میں پیش کرتے ہیں کہ اپنی آزادی اور اختیار کے ساتھ اپنی رضا اور رغبت سے اس حق کو قبول کرے اسکی قبولیت کو کلمہ کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔لَآ اِلٰهَ اِلّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ (یعنی اپنی زندگی کے اختیاری حصہ میں اللہ کی حاکمیت اور طریقہ رسول کو اپنا کر اپنی خود مختاری سے دست بردار ہو جائے، ایسا تسلیم کرنا، اسلام لانا کہلاتا ہے۔اور اسکو مسلم کہتے ہیں اسکے بعد انسان اپنی آزادی ـ اختیار اور ارادہ کو قانون الٰہی کے تحت کر دیگا اور وہ قانون کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہی سے ملے گا۔ جسکو شریعت کہتے ہیں۔اس طرح مسلمانوں کیلیئے ضابطہ حیات (قانون زندگی) شریعت ہو گی۔

اسطرح مسلمان، ایمان لا کر خود پر یہ لازم کر لیتا ہے کہ شریعت ہی اس کیلیئے دستور زندگی ہے اور زبان پر یہ شعر

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلمان میں اسی لئے نمازی

میری آوارہ مزاجی کو نیا موڑ دیا

پابہ زنجیر کیا اور مجھے چھوڑ دیا

لیکن انسان دنیوی خواہشات اور نفس امارہ کے تقاضوں کو پورکرنے کے خاطر شریعت کے خلاف کام کر بیٹھتا ہے اور پچھتاتا ہے۔ کلمہ پڑھنا، ایمان لانا دراصل مذکورہ دو باتوں کے خلاف جانا ہے۔

(۱۶) خلاصہ -:- اسلام کے نقطہ نظر سے انسان ہر ایک سے آزاد ہو مگر خدا کا غلام ہو۔ مومن کا مقصد حیات، معیار انسانیت کو حاصل کرنا ہے نہ کہ معیار زندگی کو اور سائنسی علوم اور ان میں ترقی کا مقصد معیار زندگی کو اونچا کرنا ہے۔ اس لحاظ سے سائنس کی ضرورت اور سائنس کا مقصد، ہمارے مقصد اور ہماری ضرورت سے دور ہے۔

(۱۷) کسی چیز سے عدم اطمینان کیوجہ ایک چیز سے عدم واقفیت ہے۔ اسلئے پہلے واقفیت ضروری ہے اسکی حقیقت اس کا مقصد اسکے اصول اسکی روح اس کا مزاج کیا ہے، کیا چیز اس میں قطعی اور مستقل ہے اگر ان سب کے بارے میں تفسیر تفہیم صحیح طریقہ پر ہو جائے تو ہمکو یقین ہے کہ ہمارے بہترین کارفرما اور بہترین دماغ، مطمین ہو جائینگے۔

(۱۸) دنیا میں، انسانی گروہوں کے قوانین کا اختلاف اس وجہ سے ہے کہ انسانی ، زندگی کے متعلق ان کے نظریات ایک ماخذ سے لئے ہوئے نہیں ہیں بلکہ اُن کے ماخذ ایک دوسرے سے الگ ہیں، مختلف ہیں، اس اختلاف کیوجہ سے ان کے نظریات مختلف ہوتے ہیں۔ پھر زندگی کے اسکیمات مختلف اور ان پر عمل درآمد میں اختلاف نتیجتا گروہوں میں مخالفت، لڑائی جھگڑے تک پہنچ جاتے ہیں۔

(۱۹) یہ مخلوط تعلیم، یہ فرنگیت کے مظاہر، مغربی تہذیب و تمدن کا غلبہ، یہ کالج میں مباحث اور انتخابات کے طریقہ یہ ذہنی اور تہذیبی غلامی، یہ فرنگی طرز زندگی ان سب کے مد نظر، موجودہ درسگاہوں کو درس گاہ کہنا ایک غلط فہمی ہے۔ اپنے دل و دماغ پر غیروں کا تسلط ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ ہم دیکھیں تو ان کی نظر سے، سوچیں تو انکے ذہن سے، اور بولیں تو ان کی زبان سے۔

(۲۰) مسلمان ہونکیے لئے علم کی ضرورت ہے۔ انسان شناسی کا تقاضہ یہ ہے کہ احسان کا حق ادا کریں ورنہ احسان فراموشی ہوتی ہے۔ اور بدتر احسان فراموشی یہ ہے کہ انسان اپنے خدا کے احسان کا حق بھول جائے۔ اللہ کا احسان عظیم ہے اور اگر اسکو فراموش کرتے ہیں تو اس کا وبال بھی عظیم ہے۔ ﴿إِنَّ الْإِنسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ﴾ [العادیات: ٦]

مسلمان، پیدائش سے مسلمان نہیں ہوتا کیونکہ یہ کوئی نسلی چیز نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ اسکو حاصل کرنیکے لیے کوشش کرنا پڑتا ہے۔ اگر کوشش نہ کریں تو یہ نعمت چھن جاسکتی ہے۔

اسلام لانے کا مطلب، رسول ﷺ کی تعلیم کو حاصل کرے سمجھے اور اسکے مطابق عمل کرے جو ایسا نہ کرے وہ مسلماں کیسے رہیگا؟

مسلمان کے لیے پہلا قدم علم حاصل کرنا ہے۔ علم سے پتہ چلے گا کہ تعلیم رسول کیا ہے؟ اس پر ایمان کیسے لایا جا سکتا ہے۔ عمل کیسے کیا جائیگا۔ جب وہ جان کر اور سمجھ کر ایمان نہیں لایا تو مسلمان کیسے ہو سکتا ہے؟ کیونکہ جہالت کے ساتھ مسلمانی جمتی نہیں۔

مسلمان گھر میں پیدا ہونا، ماں باپ مسلمان ہونا، مسلمان کا نام رکھ لینا، مسلمان جیسے لباس کو اختیار کرنا، مسلمان جیسا چہرہ بنا لینا، ان باتوں سے آدمی مسلمان نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ جان لے کہ اسلام اس سے کیا چاہتا ہے؟ رسول ﷺ کی تعلیمات کیا ہیں؟ اللہ اپنے کلام میں کیا حکم دیتا ہے؟ اللہ سے بندے کا تعلق کیا ہے؟ بندوں کے درمیان کس طرح رہنا چاہیے؟ بندے کا اس کائنات سے کسی قسم کا ربط ہے؟ ذیلی تفصیلات میں یہ جاننا ضروری ہو جاتا ہے کہ مسلمان کا مقصد حیات کیا ہے؟

وجود حیات اور بقاء حیات، دونوں اللہ کی نعمت ہے۔ پھر حیات جیسی نعمت کو کس طرح استعمال کریں؟ اسلام جیسی نعمت کا حاصل ہونا، علم دین کے حاصل ہونے پر منحصر ہے۔ اگر علم دین حاصل نہیں کرتے ہیں تو یہ اسلام کی نعمت بھی حاصل نہیں ہوتی۔

علم روشنی ہے اور جہالت اندھیرا ہے۔ علم سے اسلام اور شرک کا فرق معلوم ہوتا ہے، اسلام اور کفر میں فرق علم سے، ہدایت اور گمراہی کا فرق علم سے، سنت اور بدعت کا فرق علم سے، اچھے اور برے کا فرق، مستند اور غیر مستند کا فرق علم سے، جھوٹ اور سچ کا فرق علیم سے، معرفت حق علم سے، خود پسند اور خدا پسند کا فرق علم سے۔ علم دین سے غفلت نعمت اسلام سے محرومی ہے۔ ایمان سے محرومی ہے۔ ایمان کی اہمیت اور اس کا مقام، جان سے زیادہ ہے۔ جان کی حفاظت کے مختلف طریقہ ہیں۔ ایمان کی حفاظت کیلیے علم دین کافی ہے۔ انسان جان کی حفاظت میں دن رات لگا رہا ہے۔ ایمان کی حفاظت بھی وقت چاہتا ہے اور علم دین کے حصول کیلئے وقت لگانا ہے۔ علم دین کیلئے تعلیم اور تعلیم کیلئے مستند مذہبی ادارے مدارس یا پھر دینی اساتذہ۔

قرآن کے نزول کا مقصد سمجھنے سے مسلمان کو اسلام کا مقصد سمجھ میں آتا ہے۔ حضرت امام اعظم نعمان بن ثابتؒ کے اساتذہ انکی پوری زندگی میں ۴ ہزار تک پہنچ گئے تھے۔ مسلمان علم دین سے دور، علم دین بے زاری اور عالم دین بیزاری میں زندگی گزار رہا ہے۔

پہنچے جو سر عرش تو نادار بہت تھے۔
دنیا کی محبت میں گرفتار بہت تھے۔

اقبال فرماتے ہیں کہ جب میں یہ کہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں تو لرز جاتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اسلام لانیکے بعد، کلمے کے تقاضے اور مطالبات کا پورا کرنا آسان کام نہیں ہے۔ اور انکی قرآن فہمی کا یہ عالم تھا کہ دوران تلاوت قرآن کے صفحات آنسوؤں کے تر بہ تر ہو جاتے تھے۔ قرآن مجید کا کیا حق ہے اسکو سمجھنے کیلئے کتنے علوم درکا ہیں مسلمان جان لے کیونکہ قرآن کی فہم سے دین کی فہم حاصل ہوتی ہے۔

چوں میگوئم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لاالہ را

وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف و جملہ معاونین و اہل و عیال کو اجر کثیر سے نوازے اور اس کتاب کو ان کی میزان میں حسنات کا ذخیرہ بنادے اور اس کا نفع عام فرمادے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کا یقین، عقل سلیم اور فکر مستقیم عطا فرمائے۔

مؤلف

قاری محمد ارشاد علی

مولوی عالم (نظامیہ) بی۔کام (عثمانیہ)

ڈی۔یف۔ی۔ ناگپور کالج

مؤلف کتاب "اصلاحی تحفہ" خادم تدریس القرآن

باہتمام

صاحبزادہ محمد طاہر علی

ISLAHI TOHFA